ٹیکس کی شرعی حیثیت

از: مولانا فضل الرحمٰن بن محمد

ذیلی عنوانات	:	نمبر شمار
ٹیکس کی تاریخ	:	۱
مکس (ٹیکس)	:	۲
جزیہ (دور جاہلیت کے مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جانے والے دراہم)	:	۳
خراج	:	۴
ضریبہ یا غلّہ	:	۵
عشور	:	۶
مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے	:	۷
ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کا واجب ہونا۔	:	۸

ٹیکس انگریزی کا لفظ ہے اور اس رقم کے لئے استعمال ہوتا ہے جو حکومت کے چلانے کے لئے مختلف صورتوں میں لوگوں سے وصول کی جاتی ہے اس کی وصولی ایک نظام کے تحت ہوتی ہے اور جن لوگوں پر ٹیکس عائد ہوجاتا ہے اگر وہ مقررہ وقت پر ادائیگی نہ کریں تو ان کے خلاف باقاعدہ قانونی کاروائی کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں ٹیکس کی عمومی دو صورتیں ہیں ایک بالواسطہ اور دوسری بلاواسطہ۔

بالواسطہ سے مراد وہ ٹیکس ہے جو عوام الناس ادا تو کرتے ہیں لیکن ان کو پتہ نہیں چلتا جیسے پٹرول، گیس، بجلی اور دوسری وہ اشیاء کہ جن کی خرید و فروخت میں ٹیکس شامل ہوتا ہے۔ اور جو ٹیکس کسی شخص کی ذاتی آمدنی اور کمائی پر عائد ہوتا ہے اس کو بلاواسطہ کہا جاتا ہے۔

ٹیکس کی تاریخ:۔

کہا جاتا ہے کہ یونان اور روم میں سب سے پہلے استعمال ہونے والی اشیاء پر ٹیکس لگایا گیا درآمدی ڈیوٹی کو اندرونِ ملک بننے والے مال پر وصول ہونے والی ڈیوٹی پر ترجیح دی جاتی تھی جنگ کے دنوں میں جائیداد پر بھی عارضی طور پر ٹیکس عائد کردیا جاتا تھا پھر اس کا دائرہ کار جائیداد کی خرید و فروخت تک وسیع کردیا گیا یونان اور روم میں آزاد اور غلام اور اسی طرح قومی اور غیر قومی باشندوں میں ٹیکس کے بارے میں امتیاز کیا جاتا تھا۔ روم میں استعمال ہونے والی اشیاء اور درآمدات پر ڈیوٹی کے علاوہ اور بھی بلاواسطہ ٹیکس تھے ان میں اصول یہ کارفرما تھا کہ ہر شخص خراج ادا کرے جولیس سیزر کے زمانہ میں پہلی مرتبہ ایک فیصد سیلز ٹیکس (Sales Tax) نافذ کیا گیا صوبوں کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار شخصی اور زرعی زمینوں پر عائد کردہ ٹیکسوں پر تھا آغاز میں یہ نہ دیکھا جاتا تھا کہ آباد ہے یا غیر آباد جیسا کہ فارس اور مصر میں

بھی کیا گیا لیکن بعد میں زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ زمیندار سے وصول کر لیا جاتا تھا۔ جولیس سیزر سے پہلے ٹیکسوں کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری زمینداروں میں سے کسی شخص کے سپرد کر دی جاتی اور ٹیکسوں میں سے کچھ فیصد حصہ اس کو معاوضہ کے طور پر دے دیا جاتا لیکن جولیس سیزر نے یہ ذمہ داری سرکاری افسروں کو سونپ دی قرونِ وسطیٰ میں بالواسطہ ٹیکسوں کی جگہ بلاواسطہ ٹیکسوں نے لے لی جن میں زیادہ تر درآمدی ڈیوٹی اور مارکیٹ فیس ہوتی تھی یہاں تک کہ شہروں میں لوگ ٹیکس ادا کرنے کے عادی ہو گئے کھانے پینے کے سامان پر تجار اور خریداروں نے ٹیکس کا بوجھ اٹھالیا جرمنی اور اٹلی میں بھی چند بلاواسطہ ٹیکس عائد کئے گئے جو غریبوں کی ذات اور امیروں کے مال پر ہوتے تھے سب سے پہلے جس ملک نے عام ٹیکس کو اپنایا وہ برطانیہ ہے نپولین بوناپارٹ کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے برطانوی حکومت نے ۱۷۹۹ء میں دوسو پونڈ سے زیادہ ہونے والی آمدنی پر دس فیصد ٹیکس لگایا دیا لیکن ساٹھ پونڈ سے کم آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا ۱۸۱۰ء میں جب لڑائی ختم ہوئی تو ۱۸۴۲ء تک برطانوی باشندوں کو ٹیکس کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا لیکن وزیر اعظم سر روبرٹ پیل (Sir Robert Peel) نے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے پھر سے ہنگامی طور پر ہر پونڈ پر سات پنس ٹیکس عائد کر دیا ۱۸۸۰ء تک برطانوی رعایا ٹیکس ادا کرنے کی عادی ہوگئی جس کی وجہ سے ٹیکس ہمہ وقتی معمول بن گیا ۱۹۱۰ء میں ٹیکس دھندہ میں سے جس کی آمدنی پانچ سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوتی اس کو ہر بچہ کے لئے دس پونڈ کی چھوٹ دے دی گئی پہلی جنگ عظیم کے موقع پر چھ شلنگ کے حساب سے سپر ٹیکس (Super Tax) بھی عائد کر دیا گیا۔ جرمنی کے صوبہ پروسیا میں ۱۸۵۱ء ٹیکس لگانے کی کوشش کی گئی لیکن ۹۲-۱۸۹۱ء میں اصلاح کے بعد اسے از سر نو مرتب کیا گیا ۱۹۱۳ء تک جرمنی کے سارے صوبوں میں باقاعدہ نافذ ہو گیا فرانس میں ٹیکس لگانے کی کوشش کا آغاز ۱۸۷۰ء میں ہوا لیکن نفاذ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم سے دو ہفتے پہلے ہوا۔ اٹلی میں پہلی بار آمدنی زمین عمارت اور منقولہ دولت پر ۱۸۶۴ء میں ٹیکس عائد ہوا سویڈن میں ٹیکس لگانے کی ابتداء ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ امریکہ میں صحیح طور پر ٹیکس کا نفاذ ۱۹۱۳ء میں دستور کی سولہویں ترمیم کے ذریعے ہوا حالانکہ امریکہ کی باہمی خانہ جنگی کے نقصانات کو پورا کرنے کے لئے ۱۸۲۶ء سے ۱۸۷۲ء تک چھ سو ڈالر سے زائد آمدنی پر تین فیصد اور دس ڈالر پر پانچ فیصد وصول کیا جاتا تھا بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے پانچ ہزار ڈالر سے زائد آمدنی پر دس فیصد شرح کر دی گئی۔

۱۸۹۳ء میں صدر امریکہ گرور کلیولینڈ (Grover Clevland) نے جب دوبارٹیکس لگانے کی کوشش کی تو سپریم کورٹ نے اسے غیر دستوری قرار دے کر ختم کروادیا۔ لیکن دستور میں ترمیم کے بعد جب ٹیکس کا نفاذ ہوا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ شرح پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ آمدنی پر چھ فیصد رکھی گئی لیکن پہلی اور دوسری جنگ عظیم ہوئی تو اس وقت کم سے کم شرح تیئس فیصد اور زیادہ سے زیادہ چورانوے فیصد تھی ٹیکس کے محفوظ حد صرف پانچ سو ڈالر رہ گئی۔ انگریز حکومت نے ہندوستان میں پہلی مرتبہ ۱۸۶۰ء میں انکم ٹیکس ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت ٹیکس نافذ کیا جسے ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۷ء تک معطل کر دیا لیکن ۱۸۶۷ء میں تھوڑی سے ترمیم کے بعد دی لائسنس ایکٹ آف ۱۸۶۷ء کے نام پر پھر سے جاری ہو گیا جس کے تحت دوسو روپیہ سے زائد آمدنی پر دو فیصد ٹیکس عائد کر دیا گیا۔ ۶۸-۱۸۶۷ء میں اسی

ایکٹ کا نام سٹیفکیٹ ایکٹ ۱۸۶۷ء رکھ دیا گیا اس ایکٹ کے تحت ٹیکس کی شرح کم کر کے 3/5_1 کردی گئی۔ ٹیکس سے مستثنیٰ رقم دوسو سے بڑھا کر پانچ سو کردی گئی۔ ۱۸۲۹ء کے دوران کمپنیوں پر 1/2-1 فیصد اور گورنمنٹ سیکورٹیز پر 1/2-2 فیصد ٹیکس لگا دیا گیا، دوسرے ذرائع سے وصول ہونے والے ٹیکسوں کی شرح کو دگنا کر دیا گیا۔ ۱۸۷۶ء میں ٹیکس سے مستثنیٰ رقم کو پہلے ساڑھے سات سو اور پھر ایک ہزار کر دیا گیا یکم اپریل ۱۸۷۳ء میں دوسری مرتبہ چار سال کے لئے لوگوں کو عارضی طور پر ٹیکس سے نجات ملی لیکن ۱۸۷۷ء میں لائسنس ٹیکس ایکٹ ۱۸۷۷ء تک تحت ہندوستان کے باسیوں پر پھر سے ٹیکس مسلط کر دیا گیا ۱۸۲۰ء تک انکم ٹیکس ایکٹ میں ۱۳ ترامیم ہوئیں اور دو مرتبہ معطل ہوا لیکن ۱۸۸۲ء میں اسے ایسی صورت دے دی گئی کہ پھر ۳۰ سال نافذ العمل رہا جس کے تحت پانچ سو روپے سے کم آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا سود اور تنخواہوں کی رقم جو پانچ سو سے دو ہزار تک ہوتی اس پر ۴ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس لیا گیا۔ دوسری عام آمدنیوں پر جو دو ہزار سے زیادہ ہوتیں ان پر ۵ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس وصول کیا جاتا۔

۱۹۱۶ء میں نئی ترمیم کے ذریعے تنخواہوں، بونس سالانہ وظائف پنشن اور سرکاری عطیات پر ایک ہزار سے دو ہزار روپے پر ۴ پائی فی روپیہ سے ٹیکس کا نیا شیڈول دیا گیا اسی طرح دوسری آمدنیوں پر یعنی دو ہزار سے پانچ ہزار پر ۵ پائی فی روپیہ، پانچ ہزار ایک روپے سے دس ہزار تک ۱۶ پائی فی روپیہ دس ہزار سے پچیس ہزار روپے پر ۹ پائی فی روپیہ اور پچیس ہزار سے اوپر رقم پر ۱۲ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس کا نیا نظام قائم ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں پہلی مرتبہ کل آمدنی (Total Income) اور قابل ٹیکس آمدنی (Taxable Income) کا تصور دیا گیا آل انڈیا کمپنی کے ذریعے انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۲۲ء کا نام دے دیا گیا،

اگرچہ ۱۹۳۰، ۱۹۳۲، ۱۹۳۹، ۱۹۴۴، اور ۱۹۴۵ میں بھی معمولی ترامیم ہوئیں لیکن یہی وہ ایکٹ ہے جو فقید المثال قربانی کے بعد ملنے والے پاکستانی کو انگریزی سرکار سے ورثے میں ملا وہ آج بھی اپنی اصل کے ساتھ پورے پاکستان میں رائج ہے۔

مکس:۔ (ٹیکس)

اسلام سے پہلے انسانی معاشرے میں جو مختلف قسم کے ٹیکس رائج تھے ان میں ایک مکس تھا جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں سے زبردستی وصول کیا جاتا تھا علامہ ابن منظور نے نقل کیا ہے۔ "**دراھم كانت توخذ من بائع السلع فی الاسواق فی الجاھلية**" یہ وہ درہم تھے جو جاہلیت کے زمانے میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے ایسے شخص کے بارے میں سید الانبیاء محمد رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**ان صاحب المكس فی النار**" بے شک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا۔ تجارتی عشر وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا حافظ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے ''**اما الان فانھم ياخذون مكسا العشر ومكو سا اخر ليس لهٔ اسم بل شئی ياخذون حراما سحتا وياكلون فی بطونھم نارا حجتھم فيه دا حضة عند ربھم وعليھم غضب**" آج کل عشر کے نام پر جو مکس یا مکوس لوگ وصول کر رہے ہیں اس کا کوئی نام نہیں بلکہ وہ ناجائز اور حرام ہے وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ اپنے رب کے پاس اس کی حجت نہیں چلے گی اور ان پر غضب ہوگا۔'' **ولھم عذاب**

شدید“ اوران کے لئے سخت عذاب ہوگا۔مسنداحمد عبدالرحمٰن ابن الساعتی نے بھی واضح کیا ہے”ان المکس من اعظم الذنوب وذلک لکثرة مطالبات الناس ومظلما تهم وصرفها فی غیر وجهها “ بے شک ٹیکس گناہ کبیرہ میں سے ہیں اس لئے کہ لوگوں سے کثرت کے ساتھ مطالبے کئے جاتے ہیں۔اور وصول نہ ہونے کی صورت میں ان پر ظلم کئے جاتے ہیں اور وصول کر کے ان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے”انما کان فی النار لظلمه الناس واخذ اموالهم بدون حق شرعی فان استحل ذالک کان فی النار خالدا فیها ابداً لانه کافر والا فیعذب فیها مع عصاة المؤمنین ماشاء الله ثم یخرج ویدخل الجنة“ صاحب المکس جہنم میں اس لئے جائے گا۔کہ اس نے لوگوں پر ظلم کیا ان سے شرعی حق کے بغیر مال وصول کیا اگر اسے حلال سمجھے گا تو آگ میں ہمیشہ رہے گا آگ سے نکال کر اسے جنت میں داخل کردے گا۔معلوم ہوا کہ مکس جہالت کی ٹیکسوں میں سے ایک ٹیکس تھا جس کے وصول کرنے والے کو اسلام نے جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے۔

جزیہ:۔

یہ وہ ٹیکس تھا جو غیر مسلموں سے ان کی جانوں اور مالوں کی حفاظت کے بدلے وصول کیا جاتا تھا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق یہ ۸ھ یا ۹ھ میں اس وقت وصول کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا۔”قاتلوا الذین لا یؤمنون بالله ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ما حرم الله ورسوله ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتیٰ یعطوا الجزیة عن یدٍ وهم صاغرون“ اہل کتاب میں سے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حرام کیا ہے اس کو حرام نہیں کہتے۔اور جو دین حق کے مطابق عمل نہیں کرتے ان کے ساتھ اس وقت تک قتال کریں کہ جب وہ ذلیل ورسوا ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہیں دے دیتے۔اسی آیت مبارکہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں حکم ہے حضرت عمر فاروقؓ کو مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے میں تردد تھا لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے گواہی دے دی تو رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا شروع کردیا۔حضرت ابن عباس اور حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔”لیس علیٰ مسلم جزیة“ مسلمان پر جزیہ نہیں امام ترمذی نے اپنی جامع الترمذی میں باب باندھا ہے۔

”باب ماجاء لیس علی المسلمین جزیة“ اس کا باب کہ مسلمانوں پر کوئی جزیہ نہیں پھر انہوں نے حضرت ابن عباسؓ والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔”والعمل علیٰ هذه عند عامة اهل العلم“ عام اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے(تسقط الجزیة بالاسلام والموت عند ابی حنیفةؒ قوله علیه السلام لیس علیٰ مسلم جزیة“ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (غیر مسلم) کے مسلمان ہوجانے یا مرجانے کی وجہ سے جزیہ ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ مسلم پر جزیہ نہیں۔

خراج:۔

یہ ٹیکس بھی غیر مسلم اہل ذمہ پر لگایا جاتا تھا در حقیقت یہ ان کی زمینوں پر لگان تھا مفتوحہ علاقوں میں زمینوں کو ان کے سابقہ مالکوں کے قبضے میں رہنے دیا جاتا اوران کے علاقے کے اعتبار سے ان سے خراج وصول کیا جاتا۔امام غزالیؒ سے منقول ہے کہ حکومت وملت اگر مسلمانوں سے خراج کے طور پر مال لیتی ہے تو یہ ناجائز ہے۔حضرت علامہ بن الحضرمیؓ سے مروی ہے۔''بعثنی رسول ﷺ الی البحرین فکنت اتیٰ الحائط یکون بین الاخوۃ یسلم احدھم فاخذ من المسلم العشر والمشرک الخراج'' رسول اللہ ﷺ نے مجھے بحرین کی طرف بھیجا پس میں ایسے باغ میں آتا کہ جس میں کئی بھائی شریک ہوتے ان میں سے ایک مسلمان ہوتا میں مسلمان سے عشر لیتا اور مشرک سے خراج وصول کرتا خراج اس غلام سے بھی لیا جاتا تھا جو کسی ہنر میں مہارت رکھنے کی بناء پر کمائی کرتا اوراپنے آقا کو طے شدہ خراج ادا کرتا،مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے''کان ابو حنیفۃؒ یقول لا یجتمع خراج وزکوٰۃ علی رجل ''امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص پر خراج اور زکوٰۃ جمع نہیں ہوسکتے۔

ضریبة یا غلّة:۔

یہ بھی ٹیکس کی ایک صورت تھی جو غلاموں اور امیروں اور غیر مسلموں پر عائد ہوتا تھا مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا حضرت انسؓ سے مروی ہے''حجم ابو طیبة النبی ﷺ فامرله بصاع او صاعین من طعام وکلم موالیه فخفف عن غلة الضریبة'' ابوطیبہ نے رسول ﷺ کو سینگی لگائی پس آپ نے اناج کے ایک یا دو صاع اس کو دینے کا حکم فرمایا اس کے مالکوں سے اس کی سفارش کی پس اس کے ٹیکس میں تخفیف کردی گئی۔

عشور:۔

عشر کی جمع ہے اوراس سے مراد اسلامی عشر یا صدقات نہیں بلکہ یہ وہ تجارتی امپورٹ ڈیوٹی تھی جو یہود و نصاریٰ اور ذمیوں کے ان مالوں پر وصول کی جاتی تھی جو وہ تجارت کرنے کی خاطر مسلمانوں کے علاقوں میں لایا کرتے تھے۔حسنؒ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا''ان تجارا من قبلنا من المسلمین یاتون ارض الحرب فیاخذون منھم العشر''ہمارے ملک کے مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو ان سے مال کا دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو جواب میں حکم دیا۔''خذانت منھم کما یاخذون من تجار المسلمین وخذ من اھل الذمة نصف العشر ومن المسلمین من کل اربعین درھما درھم ولیس فیما دون المائتین شئی فاذا کانت مائتین ففیھا خمسة دراھم وما زاد فبحسابه'' تم میں بھی ان سے اسی طرح دسواں حصہ وصول کرو جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں ذمیوں سے بیسواں اور مسلمانوں سے ہر چالیس پر ایک ایک درہم وصول کیا کرو دو سو درہموں سے مال کم ہو تو اس پر کچھ وصول نہیں کرنا جب مال دو سو درہموں کا ہوجائے

اس میں سے پانچ درہم لیتے ہیں اور اگر مال دوسو درہموں سے زیادہ ہو جائے تو پھر حساب لگا کر رقم وصول کرو۔ عمر بن شعیبؒ کی روایت کے مطابق حربیوں میں سے اہل منبج نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں تحریراً عرض کیا۔

''انا ندخل ارضک تجار اوتعشر نافشاور عمر اصحاب رسول اللهﷺ فی ذالک فاشار واعلیه به فکانوا اول من عشر من أهل الحرب'' ہمیں اپنے ملک میں تجارت کے لئے آنے کی اجازت دیں اور ہم سے دسواں حصہ وصول کیا کریں عمر فاروقؓ نے رسول اللہﷺ کے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اس کے حق میں رائے دی چنانچہ وہ پہلی حربی قوم تھی کی جس سے عشر لیا گیا معلوم ہوا کہ تجارتی عشر یعنی امپورٹ ڈیوٹی کی ابتداء حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اس وقت ہوئی جب حربی قوم کے تجار نے اہل اسلام کے علاقوں میں تجارت کی اجازت ملنے پر خود ہی اپنے مالوں کا دسواں حصہ اسلامی خزانے میں جمع کروانے کی پیش کش کی دوسری روایت کے مطابق جب مسلمان تجار سے حربیوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کیا تو اس کے جواب میں امیر المؤمنین کی اجازت سے حربی تجار سے بھی مسلمانوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا خیال رہے کہ مسلمانوں سے جو ڈیوٹی وصول ہوتی تھی اس کی وہ حیثیت نہ تھی جو کہ غیر مسلموں سے ہونے والی ڈیوٹی کی تھی، قاضی ابو یوسفؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے

''وکل ما اخذ من المسلمین من العشور فسبیله سبیل الصدقه وسبیل مایؤخذ من اهل الذمة جمیعا واهل الحرب سبیل الخراج'' اور مسلمانوں سے جو ڈیوٹی کے طور پر وصول کیا جائے گا اس کی حیثیت زکوٰۃ جیسی ہوگی اور جو ذمیوں اور حربیوں سے وصول ہوگی اس کی نوعیت خراج جیسی ہوگی۔ زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عشر پر عامل بنا کر حکم دیا۔''ان اخذ من تجار المسلمین ربع العشر'' کہ میں مسلمان تجار سے 2-1/2 فیصد وصول کروں، دوسری روایت کے مطابق:
من تجار اهل الذمة مثل ماأخذمن تجار المسلمین'' اہل ذمہ کے تجار سے وہ وصول کرو کہ جو مسلمان تجار سے ان کے علاقوں میں وصول کیا جاتا ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ان سے فرمایا۔''خذ من المسلمین من کل اربعین درهما درهم ومن اهل الذمة من کل عشرین درهما وممن لاذمة له من کل عشرة درهما درهم'' کہ مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم 2-1/2 فیصد اہل ذمہ سے ہر بیس درہموں پر ایک درہم (۵ فیصد) اور جو اہل ذمہ نہیں ان سے ہر دس درہموں پر ایک درہم (۱۰ فیصد) وصول کروں۔ قاضی ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون الرشید پر بھی واضح کر دیا تھا۔''اذا مر التاجر علی العاشر بمال او متاع وقال قدادیت زکاته وحلف علی ذالک فانه یقبل منه ویکف عنه ولا یقبل فی هذا من الذمی ولامن الحربی لانه لا زکوة علیها'' اگر کوئی تاجر مال ومتاع کے ساتھ عاشر کے پاس سے گزرے اور حلف اٹھا کر کہے کہ میں نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی یہ بات مان لی جائے اور اس سے ڈیوٹی وصول نہ کی جائے کیونکہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں قاضی ابو یوسف کی اس ہدایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان تاجروں سے جو تجارتی ڈیوٹی وصول کی جاتی تھی وہ ان کے مالوں کی زکوٰۃ ہوتی تھی۔ اگر تجار حلف اٹھا کر کہہ دیتے کہ ہم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ پہلے ہی ادا کر دی ہے تو پھر ان سے کوئی ڈیوٹی وصول نہ کی

جاتی تھی لہٰذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ عمر فاروقؓ نے مسلمانوں سے بھی تجارتی عشر وصول کیا تو یہ بات کسی بھی صورت میں درست نہیں ہوگی کیونکہ رسول ﷺ نے اہل اسلام سے ایسا عشر وصول کرنے سے منع فرمایا۔ لہٰذا جس کام سے رسول ﷺ نے منع فرمایا وہ عمر فاروقؓ کیسے کرسکتے تھے حرب بن عبید الثقفی کی خالو سے مروی ہے کہ میں نے اپنی قوم کے بارے میں رسول ﷺ سے دریافت کیا۔ ''اعشر فقال انما العشور علی الیھود والنصاریٰ ولیس علی اھل الاسلام عشور'' کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ آپ نے فرمایا بے شک عشر یہود ونصاریٰ پر ہے اہل اسلام پر عشور نہیں یہی روایت امام ابوداود اور امام ابن ابی شیبہ نے وائل کے خالو سے نقل کی ہے سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''یا معشر العرب احمدوا اللہ الذی رفع عنکم العشور'' اے عرب کے لوگوں! اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ جس نے تم سے عشور کو ہٹادیا۔ احمد بن عبد الرحمٰن ابن الساعاتی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''یعنی ما کانت تاخذ ملوکھم ورؤساء قبائلھم منھم من الضرائب والعشور ونحو ذلک'' یعنی ان کے بادشاہ اور قبائل کے سردار ٹیکس اور عشور اور ان کی مثل ان سے جو وصول کیا کرتے تھے امام ابو عبیدؒ نے نقل کیا ہے۔ انہ قد کان لہ اصل فی الجاھلیۃ یفعلہ ملوک العرب والعجم جمیعاً فکانت سنتھم ان یاخذوا من التجار عشر اموالھم اذا مروا بھم'' اس کی بنیاد جہالت کے زمانے میں رکھی گئی کہ جب عرب وعجم کے بادشاہوں کا یہ طریقہ بن گیا کہ اپنے پاس سے گزرنے والے تاجروں سے دس فیصد ٹیکس وصول کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے:۔

مذکورہ روایات سے عیاں ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند بنایا ہے اگر کوئی اس کے علاوہ بارگاہ الٰہی میں صدقہ پیش کرتا ہے یا انفاق فی سبیل اللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اپنے اس عمل سے وہ عند اللہ اپنے درجات کو بلند کرواتا ہے زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اس پر کوئی ایسا ٹیکس واجب نہیں ہوسکتا کہ جس کی اصل جاہلیت کے زمانہ تھی اسی لئے علامہ شوکانیؒ نے فیصلہ دیا ہے ''لیس علیھم غیر الزکوٰۃ من الضرائب والمکس نحوھاما فرضہ ای غیر اللہ علیھم فی الصدقات فلا یؤخذمن المسلم ضریبۃ ولا شئی یقرر علیہ فی مالہ لانہ یصیر کالجزیۃ'' یعنی صدقات کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض کیا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں پس مسلمان سے کوئی ٹیکس وصول نہ کیا جائے اور نہ کچھ اس پر مقرر کیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو وہ جزیہ کی صورت اختیار کر جائے گا ظاہر ہے مسلمان سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جزیہ تو غیر مسلموں پر واجب ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ ''اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ما علیک'' جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو جو تجھ پر فرض تھا اسے تو نے پورا کردیا۔

امام ترمذی نے پہلے اس حدیث کو باب بنایا پھر رویت کے طور نقل کرنے کے بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ اور طریقے سے بھی مروی ہے کہ رسول ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا۔ ''ھل علیٰ غیرھا؟ قال لا الا ان تطوع'' کیا اس کے علاوہ بھی کچھ

مجھ پر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں اگر تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے تو اجازت ہے یہی الفاظ امام بخاریؒ کی ایک نقل کردہ حدیث کے ہیں فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ'' مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں امام شعرانی نے علمائے کرام کا اس پر اجماع نقل کیا ہے اسی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام ماوردی نے لکھا ہے۔ ''لا یجب علیٰ المسلم فی ماله حق سواها'' کہ مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق فرض نہیں ہوتا اگر کہا جائے فاطمہ بن قیس سے یہ بھی مروی ہے ''فی المال حق سوی الزکوٰۃ'' مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے جامع الترمذی میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں۔ امام ترمذیؒ نے خود ہی فیصلہ کردیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے والی روایت کی سند درست نہیں کیونکہ اس روایت کے ایک راوی ابوحمزۃ میمون الاعود کو ضعیف کہا گیا ہے جامع الترمذی کے شارح علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے نقل کیا ہے کہ امام احمدؒ نے ابوحمزہ میمون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے یعنی اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی امام دارقطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے امام بخاری کا کہنا ہے کہ وہ آئمہ حدیث کے نزدیک مضبوط نہیں امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام بیہقیؒ کی تحقیق ہے کہ یہ حدیث ابوحمزہ میمون الاعور کوفی کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰؒ بن معین اور ان کے بعد آنے والے حفاظ حدیث نے اس پر جرح کی ہے ہمارے ساتھی تعالیق میں جو روایت نقل کرتے ہیں۔ وہ ''لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ'' اس ساری بحث سے واضح ہوجاتا ہے کہ مسلمان اگر صاحب نصاب ہے تو وہ صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند ہے اگر وہ اس کے علاوہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے خاطر ضرورت مندوں پر خرچ کرتا ہے تو عنداللہ ماجور ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت انسؓ کو جب بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو زکوٰۃ کے بارے میں تحریری ہدایات نامہ دیا۔ ''هٰذا فریضة الصدقة التی فرض رسول اللہ ﷺ علی المسلمین التی امر الله بها رسوله فمن سئلها من المسلمین علیٰ وجهها فلیعطها ومن سئلها فوقها فلا یعطها'' یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا یہ وہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول کو حکم دیا پس مسلمانوں میں سے فریضہ کے مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کردے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے۔ صحیح بخاری جو آج کل مدارس میں متداول ہے اس میں فلا یعط کے نیچے بین السطور لکھا ہوا ہے۔ ''ای زائداً علی الفریضة المعینة'' یعنی فرض معینہ سے جب زیادہ طلب کیا جائے شاہ ولی اللہ نے بھی یہی لکھا ہے ضحاک بن مزاحم سے تو یہ بھی مروی ہے۔ ''نسخت الزکوٰۃ کل حق فی المال'' زکوٰۃ نے مال کے ہر حق کو منسوخ کردیا ہے جب زکوٰۃ عشر کے بارے میں یہ حکم ہے کہ صاحبِ نصاب مسلمان پر جتنی فرض ہوتی ہے اس سے زیادہ اس سے وصول نہ کیا جائے تو اس پر زکوٰۃ وعشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس کیسے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ وعشر اور ٹیکس کا واجب ہونا:۔

اسلامی نظامِ زکوٰۃ وعشر اور ٹیکس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مسلم یا غیر مسلم کے ایک مال پر سال میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ وعشر یا

ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس دنیا میں مروجہ نظام ٹیکس کے تحت ایک ہی آمدنی یا ایک ہی مال پر کئی ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں جیسا کہ انکم ٹیکس، سپر ٹیکس، سرچارج، ویلتھ ٹیکس، سیلز ٹیکس، امپورٹ ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ۔اسلام میں اس کی بالکل اجازت نہیں کہ ایک مال پر بار بار زکوٰۃ یا عشر وصول کیا جائے۔یا زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے اسی طرح غیر مسلم کے مال پر بار بار تجارتی ڈیوٹی واجب کر دی جائے یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈال دیا جائے علامہ ابو بکر محمد بن احمد ابی سہل سرخسی نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کرنے والا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔کہ عاشر نے رومی تاجر سے اس کے گھوڑے کا عشر وصول کر لیا اتفاق سے اس تاجر کا گھوڑا فروخت نہ ہوا جب وہ اپنے گھوڑے سمیت واپس ہوا تو عاشر نے اس سے پھر عشر طلب کیا۔نصرانی نے عاشر سے کہا کہ میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو تمہیں عشر ادا کر دیا تھا اب مجھ پر کچھ بھی ادا کرنا باقی نہیں جب عاشر نے اصرار کیا تو اس نے اپنا گھوڑا عاشر کے پاس چھوڑا اور خود مدینہ طیبہ پہنچ گیا اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو مسجد نبوی میں اس طرح پایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کتاب یا خط کو دیکھ رہے تھے نصرانی نے مسجد کے دروازے سے آواز لگائی کہ میں نصرانی شیخ ہوں حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں دین حنیف کو ماننے والا شیخ ہوں کیا بات ہے؟ نصرانی نے عاشر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو سنادی حضرت عمر فاروقؓ اس کی بات سن کر پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے نصرانی نے خیال کیا کہ امیر المؤمنین نے اس کی بات کو قابل توجہ نہیں سمجھا لہٰذا وہ عاشر کے پاس واپس آیا اور دوبارہ عشر ادا کرنے پر تیار ہو گیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے عاشر کے پاس امیر المؤمنین کا حکم نامہ پہنچ چکا تھا اگر اس سے ایک عشر لے چکے ہو تو دوسری بار مت لینا۔نصرانی نے کہا کہ جس دین میں عدل وانصاف کی یہ صفت موجود ہو وہی حق ہونے کے لائق ہے اور وہیں مسلمان ہو گیا۔علامہ علاؤالدین بن حسام الدین التوقی ۹۷۰ھ نے نقل کیا ہے۔"ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زكوة اموالكم" تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ اداء کرو لہٰذا واضح ہوتا کہ اسلام میں کسی بھی غیر شرعی ٹیکس کی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام نے ان تمام ٹیکسوں کو ختم کر دیا تھا جو عرب میں اس وقت رائج تھے مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی فرض ہے اور جو صاحب نصاب اس کی ادائیگی کا منکر ہو تو حاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے خلافت کے آغاز میں کیا تھا۔

﴿واخر دعونا ان الحمدُ لله رب العلٰمین﴾

"جدید عصری مسائل کی فقہی تحقیق کے لئے المباحث الاسلامیۃ اور البحوث الاسلامیۃ کا خود بھی خریدار بنیں اور دوسروں کو بھی دعوت دے کر اشاعت علم کا مددگار بنیں۔
واجر کم علی اللہ۔